3. اسلام کا نظام تدریس

3.1 قرآن حکیم اور تدریس

مسلمان دین اور دنیا کے معاملات میں رہنمائی قرآن حکیم اور سنت رسولؐ سے حاصل کرتا ہے۔ کئی مسائل میں اسے زمانہ کے مخصوص حالات کی وجہ سے اجتہاد بھی کرنا پڑے گا اور نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپنی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اسے لائحہ عمل مرتب کرنا ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فن تعلیم و تربیت کے بارے میں قرآن حکیم ہمارے لئے کون سے واضح احکامات دیتا ہے۔

فن تعلیم وتربیت قرآن حکیم کی روشنی میں

جب سے اس دنیا میں انسانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی وقت سے نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا۔ ضرورت وقت کے مطابق ہر دور اور ہر علاقے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر آتے رہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا (سورۃ نمل)

ترجمہ: ہم نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

ولکل امۃ رسول (سورۃ یونس)

ترجمہ: اور ہر قوم کے واسطے رسول آئے ہیں۔

اور یہ رسول آکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ انہیں بتاتے رہے کہ نیکی اختیار کرو اور برائی سے گریز کرو۔ رب کائنات کی پرستش کرو اور اسی کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرو۔

رسول اکرمؐ نے بھی بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت دکھائی اور یہی پیغام گمراہوں کو دیا جس کو پاکر وہ دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو گئے۔ کفر و ضلالت کے بادل چھٹ گئے اور نور حق سے زمانے میں اجالا ہو گیا۔ اس کے لئے کوئی علیحدہ درس گاہ قائم نہیں کی گئی تھی بلکہ مسجد نبوی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں تعلیم وتربیت پانے والے ہر لحاظ سے، یکتائے زمانہ ثابت ہوئے۔ ان

کے اخلاق و کردار کی تشکیل اس خوبی سے کی گئی ہے کہ ہر صحابیؓ اپنی جگہ ایک عظیم درسگاہ کا درجہ رکھتا ہے۔

مسجد اسلام میں صرف ایک عبادت گاہ کا ہی درجہ نہیں رکھتی بلکہ یہاں میل ملاپ اور اخوت و بھائی چارہ کے جذبات بھی بڑھتے ہیں۔ اللہ کے گھر میں دین اور دنیا کی فلاح کیلئے کام کرنا مومن کی شان امتیاز ہے۔ مسجد کو تعلیم کے فروغ کیلئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ آج بھی اگر مسجد میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم دی جائے تو بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہ جگہ جہاں بیٹھ کر ہماری نئی پود زندگی کے اسرار و رموز بہتر طریقے سے سمجھ سکتی تھی

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔

مسجد نہ صرف عبادت گاہ کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے بلکہ یہاں سے نور حق کی وہ کرنیں پھوٹتی ہیں جو ہمارے نونہالوں کو معاشرے کے مفید ارکان بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ اسلام میں مسجد مرکزی مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مرکزیت سے فائدہ اٹھا کر اصلاح اخلاق کی کوشش کرنا مستحسن امر ہو گا۔

آیئے ہم دیکھیں کہ قوم کے کردار کی تشکیل کن خطوط پر کی جا سکتی ہے اور قرآن حکیم اس تربیت کیلئے کون سے احکامات پر زور دیتا ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا ہے:-

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

مومن کے اس کردار کی صحیح تشکیل کرنا ہی قرآنی تعلیمات کا خاصہ ہے مومن کی شان یہ ہے کہ رزم ہو یا بزم ہر جگہ وہ خداوند تعالیٰ کے احکامات کا تابع رہتا ہے۔ فروعی اختلافات میں الجھ کر نہیں رہ جاتا بلکہ دور رس اور دور بین ہوتا ہے۔ اس کا ہر عمل اللہ کیلئے ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے اللہ کی طرف سے اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے گی اس لئے اچھے اعمال اختیار کئے جائیں تو دین کی فلاح کا باعث ہوں گے۔

۲۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

یعنی مومن آپس میں اتفاق و محبت سے رہتے ہیں اور کفار کیلئے سختی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس سے اتحاد ملت اسلامیہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ مدینہ منورہ میں انصار مہاجرین کے درمیان مواخات ہمارے لئے مثال ہے کہ کس طرح مسلمانوں نے اپنے بھائیوں کیلئے قربانیاں

دیں۔ اس لئے اب بھی یہی جذبہ بیدار ہونا چاہئے۔

۳۔ تعلیم کا حصول قرآن کے فرمان کے عین مطابق ہے۔ قل رب زدنی علما۔ سے واضح ہوتا ہے کہ علم کی اہمیت کس قدر ہے۔ اس کے بڑھنے کی دعا مانگنا باعث فضیلت ہے۔ علم ہمارے ظاہر و باطن کو منور کر دیتا ہے۔ دین اور دنیا سنوار دیتا ہے اور زندگی گزارنے کا قرینہ سکھاتا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ترجمہ : اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ (سورۃ البقرہ)

قرآن کی رو سے سچ کی اہمیت واضح ہے۔ آج کل بڑے دھڑلے سے لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ کسی طور بھی پسندیدہ بات نہیں بلکہ ہمیشہ سچ بولنے کا التزام کیا جائے تاکہ آخرت میں گھاٹا نہ ہو۔ ذرا سے دنیاوی فائدے کیلئے جھوٹ کا سہارا لینا اچھی بات نہیں۔ اس سے گریز کرنا چاہئے۔ رسول اکرمؐ کے نزدیک جھوٹ گناہوں کی جڑ ہے اور جھوٹے انسان کا کہیں اعتبار نہیں رہتا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (سورۃ التوبہ)

۵۔ قرآن مجید نے دولت کو قوت کا معیار نہیں ٹھہرایا بلکہ عمل صالح اور کردار و حیات کو بزرگی کا باعث قرار دیا ہے۔ اس لئے حصول دولت مومن کا مقصد حیات نہیں ہو سکتا بلکہ رزق حلال کو اہمیت دی گئی ہے۔ ناجائز ذرائع سے رزق کا حصول اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔

ترجمہ : اے لوگو! ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں۔ شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا دشمن ہے۔ (سورۃ البقرہ)

۶۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو شعار بنایا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

ترجمہ : کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں۔ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ : اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(سورۃ آل عمران)

۷۔ قتل و فساد سے منع فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ : اور زمین پر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔ اللہ کو ڈر اور رغبت کے ساتھ پکارو۔ بیشک اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

ترجمہ : اور نہ شیخی بگھار و اللہ کے دیئے ہوئے پر۔

سب کچھ عطا کرنے والی اللہ کی ذات ہے۔ انسان کو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ بیکار شیخی میں اتراتا پھرے۔

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم نصیحت حاصل کر لو۔ دوسروں کے گھروں میں بے دھڑک جانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اجازت لیکر جانا چاہئے۔ (سورۃ النور)

ا۔ اسلام میں عدل و انصاف ہی تمام احکام کی بنیاد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مکی اور مدنی سورتوں میں عدل و انصاف پر بہت زور دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

قرآن حکیم میں ہر بات مثالوں کے ذریعے اور سہل انداز میں بیان کی گئی ہے۔ الجھا الجھا کر نہیں بتائی گئیں۔ سیدھی اور سچی اور صاف باتیں ہیں جنہیں سمجھنے کیلئے قلب سلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب مبین میں زندگی کے اصول واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کہیں بھی ابہام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول کی فرمانبرداری اور اسلامی احکامات کی پابندی کا حکم ہے تاکہ پاکیزہ نفوس بن کر رحمت باری تعالیٰ کے حقدار ٹھہریں۔ انسان ایک جیتی جاگتی مخلوق ہے۔ اس کے جذبات و احساسات کا جتنا لحاظ اسلام میں نظر آتا ہے کسی مذہب میں نہیں ملتا۔ قرآن حکیم سراسر پند و موعظت ہے کہیں مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہیں اگلی قوموں کی داستانیں بیان کی گئی ہیں جنہوں نے اپنی نافرمانیوں کے سبب عذاب الٰہی کو دعوت دی اور کہیں فرمانبردار بندوں کا ذکر جو ہر حالت میں اپنے پروردگار کی خوشنودی کا خیال رکھتے ہیں۔ غرضیکہ قرآن حکیم میں تربیت و اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے۔ وہی تعلیم و تربیت بہتر ہے جو انسان کے قلب و ذہن کو جلا بخشنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے رب کا منظور نظر بھی بنا دے۔ اگر ہم قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو قدم قدم پر ایک جان تازہ و تابندہ نظر آئے گی۔ روحانی قوتوں کی نشوونما کرنا بھی استاد کے فرائض میں شامل ہے جس کیلئے محض دنیاوی علوم کی تدریس کافی نہیں بلکہ احکامات الٰہی سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ ایک عالم باعمل زیادہ متاثر کرنے والا ہوگا اور بچے غیر محسوس طریقے سے اس کی پیروی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام معلمین کو توفیق عطا فرمائے کہ قرآن حکیم کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق تدریس کے فرائض انجام دیں اور قوم کے نونہالوں

کی تربیت اس انداز سے کریں کہ ملت ان پر ناز کر سکے۔

3.2 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت معلم

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ترجمہ : جس نے رسول کی اطاعت کی اور اس نے اللہ کی اطاعت کی۔(سورۃ النساء)
یعنی رسول اللہ کے فرمان اور اسوہ حسنہ کی پیروی کرنا خود اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے :

ترجمہ : وہی ہے جس نے ان پڑھوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (سورہ الجمعتہ)

گویا رسول کا منصب اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنا تزکیہ نفس کرنا اور انسانوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ لوگوں کے اخلاق اعمال کی اصلاح اس انداز سے کی جائے کہ وہ پاکیزہ طریقے سے زندگی گزار سکیں۔ ایسی زندگی جو انہیں فرشتوں سے بڑھ کر مقرب الٰہی بنادے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر پہلو کا ایک بہترین عملی نمونہ پیش کیا۔ علم و عمل کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں آپؐ نے ہمارے لئے کوئی مثال نہ چھوڑی ہو۔

آپ ایک بہترین معلم تھے۔ آپؐ نے تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دی اور قرآنی احکامات کی تشریح بھی کی۔ حلال و حرام اشیاء کے بارے میں بھی بتایا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ترجمہ : نبیؐ ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے۔ (سورۃ الاعراف)

حدیث نبویؐ ہے "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت"۔

ایک اور حدیث مبارک ہے۔

"اے اللہ جو علم تو نے مجھے دیا ہے۔ اس سے مجھے فائدہ پہنچا اور مجھے وہ علم عطا کر جو مجھے فائدہ دے۔ میرے علم کو بڑھا دے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور میں دوزخ والوں کی حالت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں"۔(ترمذی)

یہ دعا ترقی علم کیلئے ہے۔ جس علم سے انسان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے وہ جہالت سے بدتر ہے موجودہ دور کے علوم انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی سے ہی بیگانہ کر دیتے ہیں یہ بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

موجودہ دور میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ آپ نے جس طرح صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی اور ان کے قلوب و اذہان کو نور حقیقی سے منور کیا اس طریقہ کی روشنی میں ہم اپنے نونہالوں کی تربیت کیلئے لائحہ عمل مرتب کر سکتے ہیں۔ آپ کا انداز تدریس بہترین تھا جس کی وجہ سے صدیوں سے بگڑے ہوئے انسان ایک مرکز پر آکر جمع ہو گئے اور ایک قلیل عرصے میں مظلوم و مجبور لوگ فاتح اور حاکم بن گئے۔ یہ تعلیم و تربیت کا ہی اعجاز تھا کہ اہل عرب ہر قسم کی برائی میں ملوث ہونے کے باوجود اسلام کی برکات سے مستفید ہوئے اور دنیا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے قابل ہو گئے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ہر نوع انسانی کا طرز عمل کیا تھا اور آپؐ کس طریقے سے مسلمانوں کی ذہنی و روحانی تربیت کرتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ : "عالم نبیوں کے وارث ہیں اور نبیوں کا ورثہ دینار اور درہم نہیں ہیں"

اسی طرح اساتذہ ورثہ پیغمبر کے امین ہیں اور اسوہ حسنہ سے کامل رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ا۔ تعلیم و تربیت کے مرحلے میں معلم کی شخصیت اور اس کا علم بنیادی خصوصیت کے حامل ہیں۔ اپنے اخلاق حمیدہ سے وہ متعلمین کے دلوں میں علم کی جوت جگا سکتا ہے بقول علامہ اقبالؒ ۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

جس طرح رسول اکرمؐ کی شخصیت اپنے اندر جاذبیت اور دلکشی رکھتی تھی اسی طرح معلم کو اپنے اندر ایسی خصوصیات پیدا کرنا چاہئیں کہ وہ متعلمین کے دلوں میں گھر کر سکے اور وہ اس کی عطا کردہ معلومات کو بطیب خاطر قبول کر لیں۔ معلم طلباء کیلئے ایک مثالی شخصیت ہوتا ہے۔

سیرت رسول اکرمؐ کو مد نظر رکھ کر معلم اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرے کہ طلبہ اس سے گریز کرنے کی بجائے اس کی طرف کھنچے چلے آئیں اور اس کے علم و تجربات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۲۔ طلبہ کی اخلاقی رہنمائی

آپؐ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اخلاقی اچھائیوں کو درجہ کمال تک پہنچا دوں"۔

اب آپؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معلمین کا فرض ہے کہ وہ طلبہ کے اخلاق کی بہتری کا خیال رکھیں اور انہیں اس قابل بنادیں کہ وہ برائیوں سے دور رہیں اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جائیں اس کیلئے معلم کو اپنے اندر وہی اوصاف پیدا کرنا ہوں گے جو رسول اکرمؐ کو محبوب تھے اور جن کی وجہ سے آپؐ کو معلم اعظم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۳۔ قول و فعل میں ہم آہنگی

رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ قول و فعل کا مکمل نمونہ تھی آپؐ نے جس بات کے کرنے کا حکم دیا اس پر خود بھی عمل کر کے دکھایا۔ آپؐ نے سود کیلئے منع فرمایا تو سب سے پہلے اپنے خاندان کو ملنے والا سود معاف فرمایا۔ قتل و غارت سے باز رہنے کی تلقین کی تو اپنے چچا کا خون معاف فرمادیا۔ کفار مکہ سے قتال کا حکم دیا تو جنگوں میں بہادری کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ عفو و درگزر کیلئے فرمایا تو طائف میں پتھر مارنے والوں کو معاف فرمادیا۔ عبادت کا حکم دیا تو خود ساری ساری رات عبادت میں گزار دی۔ سادگی کے بارے میں فرمایا تو خود بوریا نشینی کی۔ پیوند لگے کپڑے پہنے۔ غرضیکہ عمل اور قول کی ہم آہنگی انسانی ذہنوں کو متاثر کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہے۔ آج ہمارے معلمین سے معلمین اس لئے متاثر نہیں ہوتے کہ ان کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔ طلبہ اس لئے اساتذہ کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے کہ انہیں اساتذہ کے عمل میں جھول نظر آتا ہے۔ تربیت کرنے والی ہستی کو تو اپنا ظاہر باطن یکساں رکھنا چاہئے تاکہ زیر تربیت اساتذہ عمل کی طاقت سے متاثر ہو سکیں۔ خود جھوٹ بول کر کسی کو سچ بولنے کی تلقین نہیں کی جا سکتی۔ کسی کے اخلاق کی اصلاح کیلئے ضروری ہے کہ معلم پسندیدہ اوصاف کا مالک ہو۔

۴۔ استاد کی شفقت

رسول کریمؐ نے اپنے صحابہؓ کی جس انداز میں تربیت کی وہ قابل تعریف ہے۔ دشمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے کہ محمدؐ کے ساتھی عقیدت اور احترام کرنے اور اپنی جاں نثار کر دینے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ یہ آپؐ کی محبت اور شفقت تھی جس نے ہر ایک کو

اپنا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ہر شخص کو محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ سب سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپؐ ہر صحابیؓ کی دلداری کرتے تھے۔ غیر مسلم بھی آپؐ کی محبت و شفقت سے محروم نہیں تھے۔ یہود و نصاریٰ تک کو آپؐ کی ذات پر اعتماد تھا اور آپؐ کے فیصلوں کو بطیب خاطر قبول کرتے تھے۔

معلم اگر اپنے شاگردوں کی تربیت صحیح خطوط پر کرنا چاہتا ہے تو اسے خوش اخلاق اور خوش طبع ہونا چاہئے۔ جبیں پر بل آواز میں کرختگی اور لہجے کی تلخی بچوں کو معلم سے متنفر تو کر سکتی ہے ان کے دل اپنی جانب نہیں کھینچ سکتی۔ اس لئے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے معلم کو خوش مزاجی اختیار کرنا چاہئے تاکہ بچے بلا جھجک اپنی مشکلات اس کے سامنے بیان کر سکیں۔

۵۔ جوش اور جذبہ

معلم اعظم کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جب آپؐ مسلمانوں کی تربیت کے فریضہ سے غافل رہے ہوں۔ آپؐ کا ہر عمل ہمارے لئے روشن مثال ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبرؐ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ قلم بند کر لیا۔ اس طرح تاریخ میں اس عظیم ہستی کے اخلاق و اعمال محفوظ ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے زندگی کے ہر مسئلہ پر مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ قرآن کریم کے مطالب بھی حدیث رسولؐ کے بغیر سمجھ نہیں آتے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا:

"دیکھو جو حاضر ہے وہ غیر حاضر تک یہ باتیں پہنچا دے۔ ممکن ہے جس کو یہ باتیں پہنچیں وہ اس شخص سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو جس نے براہ راست یہ باتیں مجھ سے سنیں" (صحیح بخاری)

معلم انسانیتؐ نے ہر ہر لمحہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بسر کیا ہے۔ معلم کو بھی اپنے شاگردوں کی تربیت کرتے ہوئے یہی طریقہ اپنانا چاہئے۔ اس کا انہماک اور خلوص طلبہ میں بھی ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دے گا۔

۶۔ تدبر اور سلامت روی

معلم کو رسول کریمؐ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ہر معاملہ میں تدبر اور سمجھداری سے کام لینا چاہئے۔ طلبہ مختلف گھرانوں سے آتے ہیں۔ ان کا انداز فکر بھی یکساں نہیں ہوتا۔ ان کی توجہ کسی ایک نقطہ پر مرکوز کرنے میں معلم کو وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں آپؐ کے عمل کی روشنی میں معلم کا راستہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ سختی اور جبر سے مسائل حل کرنے کی بجائے دور اندیشی سے کام لیا جائے جیسے آپؐ نے حجر اسود کی تنصیب کے وقت فیصلہ کیا تھا۔

۷۔ طلبہ کی استعداد

آپؐ لوگوں سے ان کی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ معلم کو بھی طلبہ کا علم اور ذہنی استعداد پیش نظر رکھنا چاہئے تدریس سے اس کے علم کا مظاہرہ مقصود نہیں طلبہ کا اکتساب منظور ہے۔ اور اس کیلئے ضروری ہے کہ ان کی لیاقت اور صلاحیت کو دیکھتے ہوئے معلومات دی جائیں۔

۸۔ سادہ زبان

معلم کو سادہ اور عام فہم زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہئے۔ دوران تدریس بھاری بھرکم الفاظ طلبہ کے ذہنوں کیلئے بوجھ بن جاتے ہیں۔ زبان کی شائستگی اور سلاست تربیت کیلئے ضروری چیز ہے۔ اچھے طریقے سے کہی ہوئی بات زیادہ تاثیر کی حامل ہوتی ہے۔ زبان کی بھول بھلیوں میں طلبہ کو الجھانا اچھے معلم کی خصوصیت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ معیار سے گری ہوئی اور گھٹیا زبان استعمال کی جائے بلکہ الفاظ کے استعمال میں سلیقہ سے کام لیا جائے تاکہ طلباء احسن طریقے سے بات سمجھ اور سمجھا سکیں۔

۹۔ مناسب لب و لہجہ

آپؐ کی آواز صاف، واضح اور مطلب کے عین مطابق ہوتی تھی۔ معلم کو بھی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اسی اسوہ حسنہ پر عمل کرنا چاہئے ہلکی آواز اور لہجہ کی یکسانیت مخاطب پر اثرانداز نہیں ہوتی۔ اس کیلئے مشق کی ضرورت ہے۔ معلم کو مشق کے ذریعے اپنی آواز میں تاثیر پیدا کرنا چاہئے۔

۱۰۔ سوالات سے اکتاہٹ

آپؐ سے جتنی بار بھی سوال کیا جاتا آپؐ جواب عنایت فرماتے تھے کبھی کسی سائل کو ڈانٹا یا جھڑکا نہیں۔ خوشی کے ساتھ اسے مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ طلبہ کے استفسارات کے احسن طریقے سے جواب دینا اچھے معلم کی خصوصیت ہے۔ اگر طلبہ کو سوالات پر ڈانٹا جائے گا تو وہ علم سے ہی متنفر ہو جائیں گے۔ بار بار ڈانٹنے سے وہ استاد کو ظالم اور خود کو مظلوم سمجھنا شروع کر دیں گے۔ تعلیم و تربیت میں یہ رویہ درست نہیں۔ نبی اکرمؐ کے اسوہ پر عمل کر کے طلبہ کو ہمدردی اور محبت سے پڑھایا جائے اور ان کی مشکلات کا ازالہ کیا جائے۔

۱۱۔ آپؐ کے کلام میں اختصار اور جامعیت ہوتی تھی۔ بلاضرورت بحث کرنا آپؐ کی

عادت نہ تھی۔ آپؐ اتنی ہی بات کرتے جتنی ضرورت ہوتی۔ بحث و تمحیص میں الجھ جانے سے تعلیم کا اصل مقصد پس پشت چلا جاتا ہے۔ استاد کو بچوں کی تربیت کرتے وقت غیر ضروری مباحث سے گریز کرنا چاہئے اور اسی بات پر زور دینا چاہئے جو ان کیلئے اہم ہو۔ پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی والے رویئے سے بچوں کے اذہان الجھ کر رہ جاتے ہیں اور وہ اصل حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے۔

3.3 اسلام کے تعلیم و تربیت کے اصول

(ا) قرآن حکیم و اسوہ نبویؐ کے حوالہ سے۔

رسولؐ اللہ کی بعثت کا مقصد قرآن مین بین فرمایا کہ "کتاب حکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس" پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ کی پیروی امت کے لئے لازمی قرار دی، اور فرمایا۔ "میرا رسول جو دے اسے پکڑ لو اور جس بات سے روکے رک جائے" یعنی کامل اتباع نبی کی کرو اور فرمایا کہ رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ تمہارے لئے بہترین عملی نمونہ ہے۔

آپ معلم انسانیت تھے۔ آپ کا اسوۂ آپ کی سنت ہے اور سنت رسول کے بغیر اللہ کے احکامات سے براہ راست راہنمائی حاصل کرنا ممکن ہے۔

آپ نے کس طرح لوگوں کی تربیت فرمائی۔ کس طرح لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ کس طرح آپ نے ایک امیر ایک قاضی، ایک عادل حکمران اور ایک سپاہی اور سپہ سالار کی حیثیت سے زندگی کا عملی نمونہ پیش کیا، قرآن نے آپ کو لوگوں کو تعلیم دینے کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُم بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ۔

ترجمہ: "اے نبی لوگوں کو اللہ کے احکامات کی جانب حکمت و عمدہ طریقے سے دعوت دیں اور ان سے اچھے طور پر بحث کریں"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک معلم کے لئے تعلیم دینا ایک فن ہے۔ قرآن کا اس بارے میں یہ ارشاد ہے کہ لوگوں کو حکمت اور احسن طور پر احکامات کی دعوت دینا چاہئے۔ بڑا اہم کام ہے ایک معلم کو یہ دونوں باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

2۔ مقصد تعلیم کا شعور :۔

تعلیم ایک بامقصد عمل ہے۔ ایسا عمل جس کی بدولت روایات، اقدار اخلاقیات کی منتقلی ایک پود سے دوسرے پود میں ہوتی ہے، ایک معلم کو اپنی تدریس کے عمل سے مکمل واقفیت ضروری ہے اسے معلوم ہو کہ وہ کیسے انسان، کیسے افراد بنانا چاہتا ہے۔ جیسے قرآن حکیم نے اس ضمن میں فرمایا: اور مقصد زندگی مقصد حیات کو واضح انداز میں پیش کیا۔

"ہم نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا"۔

اسلام میں مقاصد تعلیم، اللہ کی رضا جوئی کا حصول مقرر کیا گیا ہے۔ جو علم انسان کو خالق کائنات سے دور لے جائے وہ علم مزموم ہے۔ مقصد تعلیم کے عمل میں ایک محرک کا کام دیتا ہے۔ معلم کو اس کے حصول کے لئے تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ اگر بلا مقصد تعلیم ہو تو یہ اندھیروں میں ہاتھ مارنے کے مترادف ہے۔ علم ایک نور ہے جو راستے کے لئے روشنی اور مقاصد کے حصول کے لئے راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مقاصد کا ادراک معلم اور متعلم دونوں کو ہو۔

3۔ آمادگی :۔

فن تربیت میں آمادگی نہایت اہم بات ہے۔ کسی کام کے عمدگی سے ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ کام کرنے والا ذہنی طور پر کام کرنے پر آمادہ ہو۔ معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعلم کی ذہنی رغبت کا اندازہ لگائے تاکہ سبق کامیاب ہو سکے۔ اگر متعلمین کبھی کام کرنے پڑھنے کے لئے راغب نہیں ہیں تو انہیں مختلف طریقوں اور دلچسپیوں سے راغب کیا جائے۔

مثال مشہور ہے کہ گرم لوہے کو مرضی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ یہ ہی حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب طلباء تعلیم کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ ذہنی آمادگی سے علم کی راہیں کھلتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن حکیم میں تعلیم و ہدایت کے ضمن میں فرمایا کہ ہدایت ان کے حصہ میں آتی ہے جو اس کے طالب ہوں، جن کے دل مائل ہوں اور وہ راہ حق کے سائل ہوں تو فرمایا

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

ترجمہ :۔ "جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں (ہدایت کے لئے) ہم ان کے لئے ہدایت کے راستوں کو کھول دیتے ہیں"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی یہ اہم بات ہمیں سمجھائی آپ نے لوگوں کی فطرت اور رغبت کو دیکھ کر اسلام پیش کیا۔ آپ دینی تعلیم میں آمادگی کو مد نظر رکھتے تھے۔ صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ ابن مسعود مفسر قرآن اور بڑے عالم ہوئے۔ کوفہ میں آپ کا درس قرآن ہوتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا ہر روز درس قرآن دیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی پناہ، تم چاہتے ہو کہ لوگ قرآن سے متنفر ہو جائیں۔ یعنی ہر روز کی تعلیم ایک جیسے ماحول میں یکسانیت کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا جب ذہن آمادہ ہو سکے تو قلب و ذہن پر الفاظ اثر انداز ہو سکے۔

4۔ اعادہ :۔

سبق کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے سبق کا اعادہ ضروری ہے۔ قرآن مجید کا انداز اس سلسلہ میں بتاتا ہے کہ کسی حکم کی اہمیت بار بار اعادہ سے ظاہر ہوتی ہے نماز، زکوٰۃ کی تعلیم کا قرآن میں بار بار اعادہ کیا گیا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کا درس بھی بار بار دیا گیا ہے۔ اس لئے طلباء کو سبق بار بار دھرائیں۔

5۔ دلچسپی :۔

دلچسپ بات اور دلچسپ انداز بیان دونوں موثر تدریس کا جز ہیں۔ طلباء میں بات ذہن نشین کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ اگر بات دلچسپ انداز میں بیان کریں تو یہ قوت حافظہ کے لئے زبردست محرک ہے۔ قصہ کہانی کا انداز جب اختیار کیا جائے تو بچے ہمہ تن گوش ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں سابقہ امتوں کے قصے دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ احادیث مبارک میں بھی بنی اسرائیل کے دور کی باتیں بیان فرمائی گئی ہیں جو اسلامیات کے طلباء کی دلچسپی بڑھا دیتی ہیں۔ دلچسپ انداز بیان تدریس کو موثر اور کار آمد بنا دیتا ہے۔

6۔ طلباء کی ذہنی استعداد کا خیال رکھنا۔

معلم کو اپنے طلباء کی ذہنی استعداد، صلاحیت کا خوب اندازہ ہونا چاہئے۔ طلباء کی عمر اور ذہن کے موافق علم دیا جانا ضروری ہے۔ معلم اسلامیات کو یہ اصول تعلیم مد نظر رکھنا چاہئے کہ مخاطب میں کس قدر ذہنی استعداد ہے۔

رسول اللہ نے تبلیغ اسلام کے ضمن میں ایسی مثالیں پیش کی ہیں جن سے ہم راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپؐ نے عرب کے ناخواندہ لوگوں کو ان کے ماحول اور مزاج کے مطابق تعلیم فرمائی اور جب بادشاہوں کو خطوط کے ذریعہ مخاطب فرمایا تو انداز بیان نہایت اعلیٰ اور ارفع تھا۔ اللہ تعالیٰ بھی کسی نفس کو اس کی استعداد سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے قرآن میں مچھر اور مکھی کی مثالیں تک دی ہیں معلم کو بھی چاہئے کہ وہ طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق تعلیم دے۔

7۔ تدریج :۔

تدریج سے مراد درجہ بدرجہ تعلیم ہے۔ معلم کے لئے یہ اصول تعلیم قرآن حکیم میں اور احادیث مبارک میں بھی وارد شدہ ہے قرآنی احکامات تدریجاً (تدریجاً) نازل ہوئے۔ پہلے ایمان کو پختہ کیا گیا، پھر ابتدائی احکامات نازل ہوئے اور آخر میں مکمل حکم بیان فرمایا۔ حرمت شراب حرمت

...بیان تین مختلف مقامات پر قرآن میں بیان ہوا۔ پہلے درجہ میں شراب کے نقصانات کا تذکرہ فرمایا۔ دوسرے درجہ میں فرمایا کہ حالت نشہ میں عبادت الٰہی مت کرو۔ تیسرے درجے میں مکمل حرمت بیان فرمائی۔

رسولؐ خدا نے بھی لوگوں کو اسی طور پر آہستہ آہستہ تبلیغ اسلام کی۔ یک بارگی سخت احکامات کو نافذ نہیں کیا گیا۔ معلم کے لئے یہ اصول امام غزالی نے احیائے العلوم میں بھی بیان کیا ہے کہ تمام مضامین یکدم متعلم کے سامنے نہ پیش کئے جائیں۔ بلکہ ذہنی استعداد کا خیال کرتے ہوئے تھوڑا تھوڑا سبق دیا جائے۔

8۔ استدلال :۔

استدلال سے مراد بیان کو موثر دلائل اور مثالوں سے وسعت دینا ہے۔ استدلالی طریقہ تدریس موثر ہوتا ہے یعنی عقل و فہم سے مطابقت رکھنے والی باتیں جلد سمجھ میں آجاتی ہیں۔ قرآن حکیم میں تدبر، تفکر کی دعوت دی ہے۔

"بے شک آسمان، زمین کی تخلیق میں، رات، دن کے اختلاف میں ہواؤں کے چلنے میں، بادلوں کے آسمان اور زمین کے درمیان تیرنے میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "عقلمند اور غیر معقول لوگ برابر نہیں"۔ بار بار قرآن میں عقلمندوں کا ذکر آیا ہے۔ سورہ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے استدلالی انداز بیان اختیار فرمایا ہے بار بار نعمت بے انتہا کا ذکر فرما کر پوچھا "اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

حدیث شریف میں یہ بات دلائل سے بتائی گئی ہے کہ۔

رَاسُ الحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰہِ.

"حکمت یا دانائی کی بنیاد خوف خدا ہے"

معلم اسلامیات کو بلکہ ہر معلم کو اپنا سبق دلائل اور مثالوں سے بیان کرنا چاہئے۔ استاد کو واضح اور غیر مبہم کلام کرنا چاہئے۔

3.4 اسلامی نظام تعلیم کی خصوصیات

اسلام میں تعلیم کے بارے میں آپ دوسرے باب میں پڑھ چکے ہیں اس کو اب ہم آگے بڑھاتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اسلامی نظام تعلیم کن خصوصیات کا حامل ہوتا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں۔

بنیادی دینی تعلیم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے لازم ہے۔

وَطَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ۔ (ابن ماجۃ)

-2 مفید اور نفع بخش علم کا پڑھنا کار ثواب ہے حکم ہے کہ

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ۔ (بیہقی)

ترجمہ: علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ"

لہٰذا خلوص اور انہماک سے علم سیکھا اور سکھایا جاتا ہے۔

-3 غیر مفید اور ضرر رساں علم کے حصول سے منع کیا گیا ہے

تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ۔ (ابن ماجۃ)

"اس علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔"

-4 علم کو دوسروں تک پہنچانا فرض ہے تاکہ کوئی بھی علم سے کورا نہ رہ جائے۔

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔ (بخاری)

"میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو"

-5 اساتذہ شفیق مربی روحانی باپ ہیں لہٰذا۔

"جس سے علم سیکھو اس کی عزت کرو (حدیث)

-6 طلبہ فرض شناس اور مطیع بیٹے کی طرح ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی عزت نفس کا خیال رکھو۔

عَلِّمُوا وَلَا تُعَنِّفُوا فَإِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ۔ (بیہقی)

"علم سکھاؤ اور سختی نہ کرو، معلم سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔"

7- ہر معلم کو علم پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طبرانی میں یہ فرمان ہے۔

"لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں، انہیں وعظ و نصیحت کریں۔ اچھی باتوں کی تلقین کریں بری باتوں سے روکیں، اسی طرح لوگوں کو اپنے اندر سمجھ پیدا کرنی ہوگی۔ ورنہ میں ان لوگوں کو بہت جلد دنیا میں سزا دوں گا"

8- پاکیزہ فضا میں تعلیم دی جاتی ہے مدرسہ، گھر، محلہ، علاقہ بلکہ پورے ملک کی فضا پاکیزہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

9- حسب ضرورت مفت تعلیم دی جائے نادار اور مستحق طلبہ کی ضروریات کی کفالت کا باقاعدہ بندوبست کیا جاتا ہے۔ ہر فرد اس میں تعاون کر سکتا ہے۔

10- انفرادی اجتماعی اور عائلی ذمہ داریوں کا صحیح علم بہم پہنچایا جاتا ہے تاکہ ہر فرد عملی زندگی کو سنت رسولؐ کے مطابق ڈھال سکے۔

11- غیر مسلموں کو ان کے عقیدے اور مسلک کو چھیڑے بغیر تعلیم دیجاتی ہے۔ ان پر جبر نہیں کیا جاتا۔

12- دینی و اخلاقی قدروں کو مستقل حیثیت اور غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے کسی حال میں ان کی بے قدری نہیں کی جاتی اور نہ ہی ایسی اجازت دی جاتی ہے

13- متعلم کی عمر، ضروریات، مزاج، نفسی کیفیت اور انفرادی خصوصیات کی روشنی میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کی عقل اور فہم کے مطابق انہیں تعلیم دی جاتی ہے تاکہ ان پر ہرگز ذہنی بار نہ پڑنے پائے۔

14- کسی طالب علم کے بارے میں مایوسی کا اظہار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

15- طلبہ کو سادہ زندگی کے علاوہ محنت مشقت کرنے اور خدمت خلق کی تربیت دینا لازم ہے۔

16- گود سے گور تک علم حاصل کرنے کے لئے لائبریریاں، دارالمطالعے اور مذاکراتی مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق۔

" مومن کا پیٹ بھلی باتوں (علم) سے نہیں بھرتا، وہ سنتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے (ترمذی)

مذکورہ بالا بنیادی خصوصیات تعلیم سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظام تعلیم ایسا زبردست اور جامع الصفات نظام ہے جس میں ہر فرد کی شخصیت کے ہر پہلو اور اس کی فطری قوتوں اور صلاحیتوں کی نشوونما کی پوری رعایت رکھی گئی ہے۔ لہٰذا یہ نظام تعلیم ہر حیثیت سے مکمل، مفید اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں مستند ہے۔ آئندہ نسلوں کا مستقبل تابناک بنانے اور انسانیت کو فوز و فلاح کی راہ دکھانے کے لئے لازم ہے کہ انسانوں کے ناقص اور مضر نظام تعلیم کی بجائے اسلام کے نظام تعلیم کو نافذ کیا جائے ورنہ انسانیت کا انجام انتہائی دردناک ہو گا یہی وہ تعلیمی خصوصیات تھیں جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئیں۔ تو وہ جہاں پہلے لاعلمی اور جہالت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے وہاں نہ صرف عالم مشہور ہوئے، بلکہ علوم کے موجد بنے۔

یہی وہ علم ہے کہ جس کے حصول کے لئے نکلنے والے کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ حصول علم اس کی زندگی کے سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ بلکہ اتنا عرصہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کا اجر حاصل کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دے گا۔ پھر یہ کہ اجر میں عالم اور متعلم دونوں شریک ہیں۔

(iv) استاد صدر معلم کو بھی قائل کرے اور اعانات کی افادیت سے آگاہ کر کے کم قیمت اشیاء خریدنے پر مائل کرے۔

(v) بچوں سے بھی سستی قسم کی اعانتیں تیار کرائی جاسکتی ہیں۔

(vi) گرد و پیش کے ماحول سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے مثلاً کیلنڈروں اور اخبارات سے تراشے لے کر فلالین بورڈ پر لگائے جاسکتے ہیں۔ قرآنی آیات کے چارٹ اور طغرے اچھی لکھائی والے طلباء سے تیار کرائے جاسکتے ہیں۔ مذہبی مقامات کے ماڈل یا نقشے بھی طلبہ اور استاد مل جل کر تیار کر سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ مہنگی اشیاء ہی استعمال کی جائیں۔

(vii) مختلف کتب سے حوالے جمع کرنے کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں استاد خود رہنمائی کرے اور کتابوں کے نام بچوں کو بتادے تو زیادہ آسانی ہو جائے گی۔

(viii) مدرسہ کے نظام اوقات میں وقت مضامین کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ تدریسی معاونات مثلاً ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کیلئے وقت مخصوص نہیں کیا جاتا۔ نظام اوقات میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے پرائمری، مڈل اور ثانوی جماعتوں کے طلباء کے لئے وقت مخصوص کیا جاسکتا ہے۔

سبقی اشارات

سبقی اشارہ نمبر ۱

نام   رول نمبر   جماعت   دہم

مضمون   اسلامیات   سکول

عنوانات	اشارات سبق	تلخیص تختہ سیاہ
تدریسی لوازمات	کمرہ جماعت بمعہ ضروری سامان، مثلاً چاک، ڈسٹر، پیمانہ اور تختہ سیاہ وغیرہ۔	
تدریسی اعانات	حضرت علیؓ کا شجرہ نسب اور سلطنت اسلامیہ کا نقشہ چارٹ پر دکھایا جائے گا۔	
مدعائے عام	۱۔ طالبات کے جذبہ تجسس کی تسکین کرنا۔ ۲۔ طالبات کو تاریخ اسلام سے آگاہ کرنا۔ ۳۔ طالبات کی قوت حافظہ اور قوت متخیلہ کی نشوونما کرنا	
مدعائے خاص	۱۔ طالبات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق واضح معلومات بہم پہنچانا۔ ۲۔ خلافت راشدہ کے آخری دور کی ایک جھلک دکھانا	
طریقہ تدریس	تقریری اور بیانیہ طریقہ استعمال کیا جائے گا۔	
سابقہ واقفیت	خلفائے راشدین کے اسمائے مبارکہ تو بچپن ہی میں مسلمان بچوں کو ازبر ہوتے ہیں دہم جماعت کی طالبات حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق پڑھ چکی ہیں اور حضرت علیؓ کے متعلق بھی وہ کافی معلومات رکھتی ہیں۔	

عنوانات	اشاراتِ سبق	تلخیص تختہ سیاہ
تمہید	طالبات کی سابقہ واقفیت کا جائزہ لینے اور موجودہ سبق سے ان کا ذہنی رابطہ قائم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل سوالات پوچھے جائیں گے۔ ۱۔ رسول اللہ کے کن چچا نے آخری دم تک آپ کا ساتھ دیا؟ ۲۔ "علم کا دروازہ" رسول اللہ نے کس ہستی کو قرار فرمایا تھا؟ ۳۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟ ۴۔ مسلمانوں کے پہلے تین خلفائے کرام کون تھے؟ ۵۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت سلطنت میں امن تھا یا انتشار؟	
اعلان سبق	طالبات کو بتایا جائیگا کہ آج ہم خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پڑھیں گے۔ معلمہ یہ موضوع تختہ سیاہ پر لکھے گی۔	خلیفہ چہارم حضرت علیؓ
استحصار	حضرت علیؓ کے متعلق اس موضوع سبق کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر کے پڑھایا جائیگا تاکہ طالبات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔	
پہلا قدم	**ذاتی حالات:** آپ کا نام مبارک "علیؓ" تھا۔ ابوالحسن اور ابوتراب کنیت۔ حیدر لقب تھا۔ والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ پورا سلسلہ نسب یوں ہے۔	

عنوانات	اشارات	تلخیص تختہ سیاہ
	حضرت ابو طالب کی شادی اپنے چچا کی بیٹی فاطمہ بنت اسد سے ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت علیؓ نجیب الطرفین ہاشمی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپؓ کو تین برس کی عمر ہی سے رسول اللہؐ نے اپنی سرپرستی میں لیا آپؓ ہی کی صحبت اقدس میں حضرت علیؓ نے پرورش پائی اور عمر بھر اکٹھے رہے۔ **قبول اسلام** حضرت علیؓ کی عمر ابھی صرف دس برس تھی جب رسول اکرمؐ کو خلعت نبوت عطا ہوا۔ آپؓ چونکہ حضورؐ کے ساتھ ہی رہتے تھے اس لئے اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے آپؓ ہی کو نظر آئے۔ ایک دن حضرت خدیجہؓ اور حضور اکرمؐ کو مصروف عبادت دیکھا تو حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا کام ہے؟ آپؐ نے اپنی نبوت کا راز بتایا اور دعوت توحید دی۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ "اپنے والد ابو طالب سے اس کے متعلق دریافت کروں گا" مگر حضورؐ کو اعلان عام منظور نہ تھا۔ اس لئے منع فرمادیا۔ اگلے روز حضرت علیؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت علیؓ کی عمر تقریباً پندرہ برس تھی۔ جب حضورؐ نے اعلان حق کے لئے اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کو دعوت	

تلخیص تختہ سیاہ	اشارات سبق	ت
	طعام دی۔ ضیافت سے فراغت کے بعد فرمایا: "یا بنی عبدالمطلب! اللہ کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ بولو! تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ہوگا؟"	
	اس کے جواب میں سب چپ رہے۔ صرف شیر خدا علی مرتضیٰ کی آواز بلند آئی۔ کہ :	
	"گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ تاہم میں آپ کا یاور اور دست و بازو بنوں گا"۔	
	آنحضورؐ نے فرمایا اچھا تم بیٹھ جاؤ۔ پھر اہل خاندان سے پوچھا۔ خاموشی طاری رہی۔ تین مرتبہ پوچھا گیا۔ سب خاموش رہے اور حضرت علیؓ اپنی یہی بات دہراتے رہے۔ آخر میں آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔	
	ہجرت مدینہ کے وقت آپؐ حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا کر گئے تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے سب حساب بے باق کر سکیں۔ مدینہ میں جب حضورؐ نے مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا تو حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا۔ آپؓ کی شادی حضورؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کی۔	

تلخیص تختہ سیاہ	اشارات سبق	عنوانات
	طالبات کی فہم کا جائزہ مندرجہ ذیل سوالات سے لیا جائیگا۔ ا۔ حضرت علیؓ کا رسول اکرمؐ سے کیا رشتہ تھا؟ ۲۔ "نجیب الطرفین ہاشمی" کہنے سے کیا مطلب ہے؟ ۳۔ حضرت علیؓ کے قبول اسلام کا واقعہ سنایئے؟ ۴۔ حضورؐ نے پیام حق سنایا تو آپؐ کے اہل خاندان خاموش کیوں رہے؟	جزوی اعادہ
	کارنامے حضرت علیؓ ممتاز مجاہد اسلام ہیں۔ سلسلہ غزوات میں سب سے پہلے معرکہ غزوہ بدر ہے۔ جس میں آپؓ نے سرداران مشرکین ولید و شیبہ کو قتل کیا اور دشمن کی صفیں الٹ دیں۔ پھر غزوہ احد میں داد شجاعت دی۔ غزوہ احد کے بعد ۴ ہجری میں بنو نضیر کو ان کی بد عہدی کے باعث جلا وطن کیا گیا حضرت علیؓ اس میں بھی پیش پیش تھے اور علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ ۵ ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا۔ کفار کے چند سرداروں نے خندق میں گھس کر حملہ کیا۔ سردار عمرو بن عبدود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ سامنے آئے تو کہا: "میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ آپؓ نے فرمایا۔ "مگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں"۔ اور یہ سن کر عبدود برہم ہو کے مقابلے پر اتر آیا اور مارا گیا۔ باقی سردار ڈر کے بھاگ گئے۔ یہ معرکہ بھی مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔ بنو قریظہ اور بنو سعد کی سرکوبی کا کام بھی علی مرتضیٰؓ نے انجام دیا۔ ۶/ہجری میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا یہ صلح نامہ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ۷/ہجری میں خیبر پر فوج کشی ہوئی۔ پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے بعد حضرت	دوسرا قدم

عنوانات	اشارات سبق	تلخیص تختہ سیاہ
	عمر فاروقؓ نے اسے تسخیر کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا "میں کل اسلام کا علم اس شخص کو دوں گا۔ جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اسی کے ہاتھوں فتح عنایت فرمائے گا۔ آپؐ نے یہ حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا۔	
	اس کے بعد فتح مکہ کی باری تھی۔ فتح کے بعد حضورؐ کعبہ میں داخل ہوئے تو سب بت توڑ ڈالے حضرت ابراہیم و اسماعیل کی مورتوں کو الگ کروایا۔ تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا۔ یہ لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا۔ اس لئے بہت بلندی پر تھا۔ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے شانہ اقدس پر چڑھا کر اس کے گرانے کا حکم دیا اور انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبویؐ پاش پاش کر ڈالا اور خانہ کعبہ کی کامل تطہیر ہو گئی۔	
	فتح مکہ کے بعد آپؓ نے غزوہ حنین میں حصہ لیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	
	خلافت :	
	حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ ۴ سال ۹ ماہ تک خلیفہ رہے۔ حضرت علیؓ نے اس وقت اہل مدینہ کی درخواست پر خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی جب حضرت عثمانؓ کو باغیوں فتنہ پروروں اور سازشیوں نے شہید کر دیا تھا۔ جب مدینہ منورہ فساد اور فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور سخت افرا تفری کا عالم تھا۔	
	آپؓ نے قرآن وسنت کے مطابق خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ مدینہ کی بجائے آپؓ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ آپؓ کے زمانے میں اسلامی سلطنت وسیع و عریض تھی۔ لیکن اندرونی انتشار کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔	

عنوانات	اشارات سبق	تلخیص تختہ سیاہ
	۱۹/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جب آپؓ فجر کی نماز کوفہ کی مسجد میں پڑھا رہے تھے، تو ایک بد بخت آدمی عبدالرحمن ابن ملجم نے آپؓ پر حملہ کر دیا۔ تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ بہت جلد زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا اور آپؓ نے ۲۱/ رمضان المبارک کو جام شہادت نوش فرمایا۔	
کلی اعادہ	طالبات کی فہم کا جائزہ مندرجہ ذیل سوالات سے لیا جائے گا۔ ۱۔ حضرت علیؓ نے سب سے پہلے کس غزوہ میں حصہ لیا؟ اس غزوہ میں آپؓ نے کن سرداروں کو قتل کیا؟ ۲۔ غزوہ خندق کے موقع پر کس سردار کفار نے حضرت علیؓ کو چیلنج کیا؟ ۳۔ معرکہ خیبر کے وقت حضورؐ نے حضرت علیؓ کے متعلق کیا فرمایا۔ ۴۔ کعبہ کا سب سے بڑا بت کس نے توڑا؟ ۵۔ حضرت علیؓ کتنا عرصہ خلیفہ رہے؟ ۶۔ آپؓ کے قاتل کا نام کیا تھا؟ آپؓ کو کس جگہ شہید کیا گیا؟ ۷۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ آگے کیوں نہ بڑھ سکا؟	
تفویض کار	طالبات سے کہا جائے گا کہ وہ حضرت علیؓ کا شجرہ نسب بنا کر دکھائیں اور مختصر حالات زندگی لکھیں۔	
	تلخیص تختہ سیاہ خلیفہ چہارم ...... علیؓ نام ...... ابوالحسن اور ابو تراب کنیت ...... حیدر لقب ...... رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ...... نجیب الطرفین ...... بچپن میں قبول اسلام ...... ضیافت بنی	